رجم کی سزا قرآن مجید سے ثابت ہے؟ یا احادیث متواترہ سے، یا یہ تورات کا حکم ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برقرار رکھا ہے؟

از: قاضی محمد حسن ندوی

استاذ حدیث وفقہ: دارالعلوم ماٹلی والا بھروچ

کئی ہفتے قبل ترمذی شریف "کتاب الحدود" کے سبق کے دوران رجم کی سزا سے متعلق دو تین احادیث گزریں، یکایک دل میں ایک سوال پیدا ہوا کہ رجم کی سزا قرآن مجید سے ثابت ہے یا احادیث نبویہ سے؟ اس کی تحقیق کی جائے، عام طور پر اہل علم کے مابین یہ بات مشہور ہے کہ (الشیخ و الشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ) یہ آیت رجم ہے، جو پہلے قرآن کا حصہ تھی، پھر بعد میں اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی، اس لئے عاجز نے اس مسئلہ کو قرآن کریم، تفاسیر، احادیث، محدثین اور فقہاء کے اقوال وتوجیہات کی روشنی میں سمجھنے اور تنقیح کرنے کی کوشش کی، اور اس پہلو سے کتابیں دیکھنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ رجم کی سزا کے سلسلہ میں دراصل صحابہ کرام، محدثین اور فقہاء کا اختلاف ہے، اور مجموعی اعتبار سے اس باب میں تین اقوال ہیں۔

[۱] ایک قول یہ ہے کہ رجم کی سزا قرآن کریم سے ثابت ہے، اور پہلے ایک آیت قرآن مجید میں نازل ہوئی تھی، اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی، البتہ اس کا حکم اب بھی باقی ہے۔

[۲] دوسرا قول یہ ہے کہ یہ تورات کا حکم ہے یا بنی اسرائیل کی کسی کتاب کا حصہ ہے، جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برقرار رکھا ہے۔

[۳] اور تیسرا قول یہ ہے کہ رجم کی سزا احادیث نبویہ اور اجماع سے ثابت ہے۔

بہر حال یہاں تینوں اقوال کے سلسلہ میں دلائل پیش کرنے سے قبل کچھ ضروری باتیں زیب قرطاس کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

- پہلی بات یہ ہے کہ اہل علم پر مخفی نہیں کہ شریعت مطہرہ میں جرم کی سزا اس کی سنگینی کے اعتبار سے متعین ہے، مثلاً زنا، چوری، قذف، اور شرب خمر یہ سب نہ صرف سنگین اور پر خطر ہیں، بلکہ صالح معاشرے کے لیے ناسور ہیں، اسی لیے جرائم کے ثبوت کی شرطیں بھی زیادہ ہیں، اور ثبوت کے بعد سبھوں کی سزا بہت سخت طے کی گئی ہے، اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ حدود وقصاص جہاں پورے طور پر نافذ ہوتے ہے، وہاں بہت حد تک امن

وامان کی فضا قائم ہو جاتی ہے، مقاصدِ شریعت یعنی بنو آدم کی جان ومال عزت و آبرو کا احترام اور پاس ولحاظ اور اس کا داعیہ زیادہ ہی ہو جاتا ہے ،اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہیں ہو گا کہ ایسی جگہوں پر حدود و قصاص (ولکم فی القصاص حیاة یااولی الالباب) کا اثر اور فائدہ ظاہر ہونے لگتا ہے، اس وقت دنیا میں کچھ مسلم ملک ہیں، جہاں پورے طور پر تو نہیں البتہ وہاں کچھ حد تک قوانین اسلام کا نفاذ ہوتا ہے، تو اس کا فائدہ جگ ظاہر ہے، وہاں نہ صرف جرائم کم ہوتے، بلکہ جرائم اور اہل جرائم پر قدغن لگ جاتا ہے، واقعی یہ حدود و قصاص کی نفاذ کا مظہر ہے۔

- دوسری بات یہ ہے سزا کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ سزا ہے جو قرآن مجید اور احادیث نبویہ یا اجماع صحابہ سے متعین ہے، اس کو شریعت کی اصطلاح میں حدود کہتے ہیں، جیسے حد زنا، حد سرقہ، حد قذف، حد شرب خمر وغیرہ۔
- دوسری وہ سزا ہے جو قرآن وحدیث اور اجماع سے متعین نہیں، بلکہ وہ قاضی یا امیر کی صواب دید پر موقوف رہتی ہے ، شریعت کی اصطلاح میں ایسی سزا کو تعزیر کہتے ہیں، مثلاً کسی جرم پر قید و حبس کا حکم دینا، گوش مالی کرنا، ڈانٹنا، اور حدود شرعی سے کم کسی مجرم پر کوڑے لگانے کا حکم دینا وغیرہ۔
- تیسری بات یہ ہے کہ غیر محصن یعنی اگر زانی غیر شادی شدہ ہے تو اس کی سزا جلد ہے یعنی اس کو سو کوڑے مارنے کا حکم ہے، اور اس پہلو سے کسی کا اختلاف نہیں، کیوں کہ یہ سزا نہ صرف حدیث واجماع سے ثابت ہے بلکہ قرآن مجید سے ثابت ہے، جس کا حکم اور تلاوت دونوں باقی ہے ارشاد ربانی ہے: الزانیۃ و الزانی فاجلدو ا کل واحد منہما مآۃ جلدہ۔(سورہ نور /2)(زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد (دونوں کا حکم یہ ہے کہ) ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو)
- چوتھی بات یہ ہے کہ محصن کی سزا رجم ہے لیکن کیا یہ قرآن مجید کی آیت سے ثابت ہے؟

اس پہلو سے یہ بات متفق علیہ ہے کہ اگر زانی اور مزنیہ محصن ہے (یعنی شادی شدہ ہے) تو اس کی سزا رجم ہے، مگر یہ سزا آیا قرآن پاک سے ثابت ہے یا نہیں؟ اس پہلو سے صحابہ کرام کے دو اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس کا حکم قرآن مجید سے ثابت ہے، قرآن کریم میں پہلے ایک آیت تھی، بعد میں اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی، مگر اس کا حکم اب بھی باقی ہے، یہ قول حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ رجم کی سزا کے تعلق سے قرآن کریم میں کوئی آیت نہیں، البتہ اس کا حکم احادیث نبویہ اور اجماع صحابہ سے ثابت ہے، یہ رائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہے،

جہاں تک کہ دلائل کا تعلق ہے تو دونوں سے متعلق احادیث ذیل میں پیش کی جارہی ہیں۔

[ا]پہلے قول کی دلیل:

بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے، جس میں حضرت عمر نے رجم کی آیت قرآن مجید میں ہونے کا اظہار کیا ہے کہ پہلے یہ آیت تھی، بعد میں اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی، لیکن اس کا حکم اب بھی باقی ہے، چنانچہ امام بخاری نے حضرت ابن عباس کی سند سے حضرت عمر فاروق کے خطبہ کو نقل کیا ہے، وہ حدیث درجہ ذیل ہے:

"فإن الله -عز وجل- قد أمر بالرجم، وأنزل فيه آية قرآنية كانت تتلى على عهد رسول الله -صلى الله عليه وسلم- لفترة من الزمن، ثم نسخ لفظها وبقي حكمها, ووجوب العمل بها ماض إلى يوم القيامة، وقد ثبت عن ابن عباس - رضي الله عنهما - قال: قال عمر: إن الله قد بعث محمدا -صلى الله عليه وسلم- بالحق, وأنزل عليه الكتاب, فكان مما أنزل عليه: آية الرجم. قرأناها. ووعيناها, وعقلناها، فرجم رسول الله -صلى الله عليه وسلم- ورجمنا بعده، فأخشى إن طال بالناس زمان أن يقول قائل: ما نجد الرجم في كتاب الله! فيضلوا بترك فريضة أنزلها الله، وإن الرجم في كتاب الله حق على من زنى إذا أحصن من الرجال والنساء إذا قامت البينة أو كان الحبل أو الاعتراف، وقد قرأتها: الشيخ والشيخة إذا زنيا فارجموهما البتة، نكالا من الله، والله عزيز حكيم" . متفق عليه (مسلم شريف :كتاب الحدود باب رجم الثيب فى الزنا حديث نمبر 1691, بخارى شريف كتاب المحاربين من اهل الجفر والردة ،باب الاعتراف بالزنا ،حديث نمبر 6829)

(یقیناً اللہ تعالیٰ نے رجم کا حکم دیا ہے، اس کے لیے ایک آیت قرآن مجید میں نازل فرمائی ہے، جو عہد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک زمانے تک قرآن کریم کا ایک حصہ تھی، پھر آیت منسوخ ہوگئی لیکن اس کا حکم باقی ہے، اور قیامت تک اس پر عمل کرنا ضروری ہے، یہ روایت حضرت ابن عباس سے ثابت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ کو حق کیساتھ بھیجا ہے اور آپ پر کتاب نازل فرمائی تو جو کچھ کتاب اللہ میں آپ پر نازل ہوا اسمیں آیت رجم بھی ہے، جس کو ہم نے پڑھا، یاد کیا اور سمجھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیکم نے بھی رجم کیا اور ہم نے آپکے بعد رجم کیا، اب مجھے یہ خطرہ ہے کہ زمانہ گزرنے پر کوئی کہیں لوگ یہ نہ کہنے لگے کہ ہم رجم کا حکم کتاب اللہ میں نہیں پاتے تو وہ ایک اپنی فریضہ چھوڑ دینے سے گمراہ ہو جاویں جو اللہ اللہ نے نازل کیا ہے اور ہم یہ سمجھ لیں کہ رجم کا حکم کتاب اللہ میں حق ہے اُس شخص پر جو مردوں اور عورتوں میں سے محصن ہو یعنی شادی شدہ جبکہ اسے زنا پر شرعی شہادت قائم ہو جائے یا حمل اور اعتراف پایا جائے ۱۴۳۱)

اس پہلو سے تھوڑے فرق کے ساتھ دو احادیث ترمذی شریف میں بھی ہیں، ایک حدیث حضرت ابن عباس سے ہے اور دوسری حضرت سعید بن المسیب سے، دونوں سے یہ معنی مترشح ہوتا کہ رجم کا ثبوت قرآن کریم سے ہے، البتہ آیت منسوخ ہوچکی ہے، لیکن ہاں! اس کا حکم اب بھی باقی ہے، بہر حال ترمذی شریف کی دونوں احادیث نیچے ترجمہ کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔

"حدثنا سلمة بن شبيب، وإسحاق بن منصور، والحسن بن علي الخلال، وغير واحد، قالوا: حدثنا عبد الرزاق، عن معمر، عن الزهري، عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة، عن ابن عباس، عن عمر [٣٩] بن الخطاب قال: «إن الله بعث محمدا ﷺ بالحق، وأنزل عليه الكتاب، فكان فيما أنزل عليه آية الرجم، فرجم رسول الله ﷺ ورجمنا بعده، وإني خائف أن يطول بالناس زمان، فيقول قائل: لا نجد الرجم في كتاب الله، فيضلوا بترك فريضة أنزلها الله، ألا وإن الرجم حق على من زنى إذا أحصن، وقامت البينة، أو كان حمل أو اعتراف» هذا حديث صحيح، وروي من غير وجه، عن عمر "(ترمذی شریف:حدیث نمبر/ 1431)

(حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ کو حق کیساتھ بھیجا اور آپ پر کتاب نازل فرمائی تو جو کچھ کتاب اللہ میں آپ پر نازل ہوا اسمیں آیت رجم بھی ہے، جس کو ہم نے پڑھا، یاد کیا اور سمجھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیکم نے بھی رجم کیا اور ہم نے آپکے بعد رجم کیا، اب مجھے یہ خطرہ ہے کہ زمانہ گزرنے پر کوئی کہیں لوگ یہ نہ کہنے لگے کہ ہم رجم کا حکم کتاب اللہ میں نہیں پاتے تو وہ اپنے ایک فریضہ کو چھوڑ دینے سے گمراہ ہو جاویں، جو اللہ نے نازل کیا ہے اور ہم یہ سمجھ لیں کہ رجم کا حکم کتاب اللہ میں حق ہے، اُس شخص پر جو مردوں اور عورتوں میں سے محصن ہو یعنی شادی شدہ جبکہ اسے زنا پر شرعی شہادت قائم ہو جائے یا حمل اور اعتراف پایا جائے ۱۴۳۱-)

حدثنا أحمد بن منيع قال: حدثنا إسحاق بن يوسف الأزرق، عن داود بن أبي هند، عن سعيد بن المسيب، عن عمر بن الخطاب قال: «رجم رسول الله ﷺ، ورجم أبو بكر، ورجمت»، ولولا أني أكره أن أزيد في كتاب الله لكتبته في المصحف، فإني قد خشيت أن تجيء أقوام فلا يجدونه في كتاب الله فيكفرون به وفي الباب عن علي: حديث عمر حديث حسن صحيح، وروي من غير وجه عن عمر، يہ حديث(جامع ترمذی حديث نمبر: 1431)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ نے رجم (سنگسار) کیا، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی رجم کیا، اور میں نے بھی رجم کیا۔ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے کہ میں نے قرآن میں اضافہ کر دیا ہے، تو میں اسے مصحف (قرآن) میں لکھ دیتا۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں ایسے لوگ نہ آئیں جو اسے قرآن میں نہ پا کر اس کا انکار کریں

اور کفر اختیار کر لیں۔" اور اسی طرح علامہ ابن کثیر نسائی شریف کے حوالہ سے رقم طراز ہیں کہ رجم کی آیت قرآن مجید میں تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ کر دیا)

حضرت عمر کے قول کی توجیہ و تشریح:

علامہ عینی علامہ طیبی کے حوالے سے اپنی کتاب عمدۃ القاری شرح البخاری میں حضرت عمر کے قول کی توجیہ اور تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:-قوله: إن الله بعث محمد قال الطيبي: قدم عمر رضي الله تعالى عنه، هذا الكلام قبل ما أراد أن يقول توطئة له ليتيقظ السامع لما يقول. قوله: آية الرجم مرفوع لأنه اسم كان، وخبره هو قوله: مما أنزل الله مقدما وكلمة: من للتبعيض وآية الرجم هي قوله: الشيخ والشيخة إذا زنيا فارجموهما وهو قرآن نسخت تلاوته دون حكمه. قوله: مما أنزل الله وفي رواية الكشميهني: فيما أنزل الله. قوله: ووعيناها أي: حفظناها. قوله: رجم رسول الله ﷺ وفي رواية الإسماعيلي: ورجم، بزيادة الواو. قوله: إن طال بكسر الهمزة. قوله: أن يقول بفتح الهمزة. قوله: بترك فريضة أنزلها الله أي: في الآية المذكورة التي نسخت تلاوتها وبقي حكمها، وقد وقع ما خشيه عمر رضي الله تعالى عنه، فإن طائفة من الخوارج أنكروا الرجم، وكذا بعض المعتزلة أنكروه. قوله: والرجم في كتاب الله حق أي: في قوله تعالى: النساء:(عمدة القاري ج ۹ ص ٢٤)

اسی طرح امام نسائی نے بھی تحریر کیاہے کہ آیت رجم قرآن مجید میں تھی، پھر اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی تاہم اس کا حکم اور اس پر عمل باقی ہے۔

و رواه النسائي من حديث مُحَمَّدِ بْنِ الْمُثَنَّى عَنْ غُنْدَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ يُونُسَ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ كَثِيرِ بْنِ الصَّلْتِ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ بِهِ، وَهَذِهِ طُرُقٌ كُلُّهَا مُتَعَدِّدَةٌ وَدَالَّةٌ عَلَى أَنَّ آيَةَ الرَّجْمِ كَانَتْ مَكْتُوبَةً فَنُسِخَ تِلَاوَتُهَا وبقي حكمها معمولا به، والله(سنن کبریٰ حدیث نمبر 7145, نسخ الجلد عن الثيب)

نیز سنن ابو داود کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:"وايم الله لولا ان يقول الناس زاد عمر فى كتاب الله لكتبتها"

"اللہ کی قسم! اگر لوگ یہ نہ کہیں کہ عمر نے کتاب اللہ میں اضافہ کر دیا تو میں اسے لکھ دیتا"۔(سنن ابو داود، رقم الحدیث: 4418)

اس بنا پر علمائے اصول نے لکھاہے کہ رجم کی آیت کی صرف تلاوت منسوخ ہے، اس کا حکم برقرار ہے۔

وَالنَّسْخُ قَدْ يَكُوْنُ فِي التِّلَاوَة مَعَ بَقَاءِ الْحُكُم". (أحکام القرآن للجصاص:۱/۶۷)

الغرض حضرت عمر کے قول، خطبہ عمر اور محدثین کی توجیہ و تشریح (جو اوپر ذکر کی گئی) سے یہ بات واشگاف ہو گئی کہ رجم کی سزا کے سلسلہ میں قرآن مجید میں پہلے جو آیت تھی بعد میں اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی لیکن اس کا حکم اب بھی باقی ہے یعنی محصن کی سزا رجم ہے۔

آیت رجم سے کون سی آیت مراد ہے؟

البتہ یہاں اس پہلو سے محدثین اور فقہاء کے مابین اختلاف ہے کہ آیت رجم سے کون سی آیت مراد ہے؟ چنانچہ علامہ بزدوی، نبووی اور اصولیین میں سے صاحب محرر اور مولانا عبید اللہ الاسعدی نے آیت رجم کی تعیین کی ہے.

علامہ بزدوی نے (الشیخ و الشیخۃ اذ ا زنیا فارجمو ھما البتۃ) کو آیۃ الرجم تسلیم کیا ہے، وہ رقم طراز ہیں کہ حضرت عمر نے قوم کی گمراہی سے بچانے کی خاطر حاشیہ پر جس آیت کو لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا، وہ (الشیخ و الشیخۃ اذ ا زنیا فارجمو ھما البتۃ) ہے۔

(إلانا أنا قد روينا عن عمر) ◌ بضم الراء على بناء المفعول- (أن الرجم كان مما يتلى) في القرآن على ما قال: لولا أن الناس يقولون إن عمر زاد في كتاب الله لكتبت على حاشية المصحف: «الشيخ والشيخة إذا زنيا فارجموهما البتة» (الكتاب: الكافي شرح [أصول] البزودي(۳/۱۵۳۱)كتاب السنة باب تقسيم الناسخ الناشر: مكتبة الرشد للنشر والتوزيع)

علامہ سرخسی کی رائے یہی ہے کہ آیۃ الرجم: الشیخ و الشیخۃ اذ ا زنیا فارجمو ھما البتۃ) ہے۔

''فقد ثبت بروایۃ عمر ان الرجل مما کان یتلی فی القرآن علی ما قال لولا ان الناس یقولون ان عمر زاد فی کتاب اللہ لکتبت علی حاشیۃ المصحف : الشیخ و الشیخۃ اذ ا زنیا فارجمو ھما البتۃ الحدیث ،فانما کان ھذا نسخ الکتاب بالکتاب'' (المحرر فی اصول الفقہ ج 2 ص: 55 مکتبہ تھانوی دیوبند)

اسی طرح علامہ نووی نے یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق نے (الشیخ و الشیخۃ اذ ا زنیا فارجمو ھما البتۃ) والی عبارت کو آیۃ الرجم قرار دیا ہے کہ یہ پہلے آیت تھی پھر بعد میں منسوخ ہو گئی، لیکن اس کا حکم اب بھی باقی ہے۔

قَوْلُهُ (فَكَانَ مِمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْهِ آيَةُ الرَّجْمِ قَرَأْنَاهَا وَوَعَيْنَاهَا وَعَقَلْنَاهَا) أَرَادَ بِآيَةِ الرَّجْمِ الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوهُمَا أَلْبَتَّةَ وَهَذَا مِمَّا نُسِخَ لَفْظُهُ وَبَقِيَ حُكْمُهُ وَقَدْ وَقَعَ نَسْخُ حُكْمٍ دُونَ اللَّفْظِ (شرح النووي ج ۱۱ ص ۱۹۲)

حضرت مولانا عبید اللہ الاسعدی صاحب نے بھی آیۃ الرجم (الشیخ و الشیخۃ اذ ا زنیا فارجمو ھما البتۃ) کو قرار دیا ہے جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے:

نسخ التلاوۃ دون الحکم : مثل الشیخ و الشیخۃ اذ ا زنیا فارجمو ھما نکالا من اللہ الخ(الموجز فی اصول الفقہ مع معجم اصول الفقہ ص/200 مکتبہ دار السلام)

اسی طرح علوم الحدیث اور اس کے متعلقات میں علم ناسخ و منسوخ کے عنوان سے "منسوخ التلاوة بدون الحكم " کے تحت مذکور ہے۔

اس قسم کی سب سے مشہور مثال جسے صرف حنفیہ ہی نہیں بلکہ شوافع اور حنابلہ نے بھی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے وہ ہے:(الشیخ و الشیخۃ اذ ا زنیا فارجمو ھما البتۃ نکالا من اللہ و اللہ عزیز حکیم)(254)

[۲] دوسرا اقول یہ ہے کہ آیۃ الرجم قرآن کا حصہ نہیں بلکہ یہ تورات کا حصہ ہے، یا بنی اسرائیل کی کسی اور کتاب کا جزہے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بر قرار رکھا ہے، اور مجازاً اس کو نزول سے تعبیر کیا، حقیقت میں وہ کوئی قرآن مجید کی آیت نہیں، یہی رجحان شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی کا ہے، وہ اپنی کتاب "تکمله فتح الملہم" میں رقم طراز ہیں:قال العبد الضعيف عفا الله عنه أن المشهور فيما بين الناس أن آية الرجم نسخت تلاوتها و بقي حكمها ، ولكن الذي يظهر بعد تتبع الروايات في هذا الباب أنها لم تكن قرآنا قط، وانما كانت آية من آيات التوراة أو أحد كتب بني إسرائيل ، ولما اقر الله تعالى حكمها لهذه الأمة أطلق عليها لفظ النزول مجازا ، وليس المراد أنها نزلت كآية للقرآن، وانما المراد أنه نزل الحكم بإقرار حكمها.[تكملة فتح الملهم ج ٢ ، ص ٣٥٨]

تھوڑے فرق کے ساتھ مفتی تقی عثمانی صاحب نے اس بات کی توثیق اپنی دوسری کتاب درس ترمذی میں کی ہے: لیکن تحقیق کے بعد جو بات مجھے معلوم ہوتی ہے ،وہ یہ کہ یہ آیت رجم قرآن کریم کا حصہ کبھی نہیں رہی، بلکہ در حقیقت یہ تورات کی آیت تھی، لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رجم کا حکم آیا تو تورات کی اس آیت کے حکم کو امت محمدیہ کے لیے بھی باقی رکھا گیا، اور بذریعہ وحی آپ کو بتایا گیا کہ یہ تورات کی آیت ہے اور اس کا حکم آپ کی امت کے لئے بھی باقی ہے، اسی وجہ سے یہ آیت کبھی بھی قرآن کے طور پر نہیں لکھی گئی۔(درس ترمذی 5/80)

جیسا کہ اس کی توجیہ کرتے ہوئے مفتی تقی صاحب نے ذیل میں مزید لکھا ہے:"اما كونها آية من آيات التوراة فيدل عليه ما اخرجه ابن جرير فى تفسير المائده (6:151) عنه جابر بن زيد من قصة رجم اليهود ،ان النبى صلى الله عليه وسلم اخبار بان اعلم اليهود عبد الله بن صوريا الاعور،فدعاه ،فقال : انت اعلمهم بالتوراة ؟ قال كذلک تزعم يهود ،فقال كه النبى صلى الله عليه وسلم انشدک بالله ،وبالتوراةالتى

انزلها علی موسیٰ یوم سیناء،ماتجد فی التوراة فی الزانیین ؟ """," قال یا ابا القاسم! الشیخ والشیخة اذان زنیا فارجموهما البتة ،فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: فهو ذاک الخ"

فهذه الروایه صریحة فی ان هذه الآیة قراها عبدالله بن صوریا الیهودی کآیة من التوراة وصدقه النبی صلی الله علیه وسلم علی ذلک،واقر حکمها الخ(تکمله فتح الملهم بشرح صحیح مسلم : ج358/2: مکتبه اشرفیه دیوبند)

مذکورہ عبارت میں ابن جریر طبری نے حضرت جابر بن زید سے یہود کے رجم کے قصہ کو جس طرح تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیۃ الرجم کو آیات توراۃ میں شامل کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کی تصدیق کرنا یہ اس بات پر دال ہے کہ آیۃ الرجم قرآن مجید کا حصہ نہیں بلکہ یہ تورات کا حصہ ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کو برقرار رکھا ہے

[۳] تیسرا قول اور اس کی دلیل:

حضرت علی کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ رجم کے سلسلہ میں قرآن کریم میں کوئی آیت نہیں، ہاں البتہ جلد کا حکم قرآن مجید میں موجود ہے، جہاں تک کہ رجم کی سزا کے ثبوت کا تعلق ہے تو اس کی دلیل احادیث متواترہ اور اجماع صحابہ ہے،

چنانچہ امام بخاری نے حضرت علی کی حدیث کو نقل کیا ہے: عن علي رضي الله عنه حين رجم المرأة يوم الجمعة و قال قد رجمتها بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم اخرجه الإمام البخاري ، كتاب المحاربين من اهل الكفر و الردة، باب رجم المحصن،رقم الحديث (6327)

رجم کی سلسلہ میں مسلم شریف میں فرمان نبوی ہے جو حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ مروی ہے:

وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنِ الْحَسَنِ ، عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الرَّقَاشِيِّ ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " خُذُوا عَنِّي، خُذُوا عَنِّي قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا ؛ الْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ، وَنَفْيُ سَنَةٍ، وَالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ، جَلْدُ مِائَةٍ، وَالرَّجْمُ ". (رواه مسلم فی صحیحہ ١٦٩٠, كتاب الحدود, باب حد الزنى, ٨٠٦ص, مكتبة دار قرطبة)

نیز علامہ ابن کثیر کا رجحان یہی ہے کہ رجم کا حکم قرآن سے نہیں بلکہ سنت اور اجماع سے ثابت ہے، چنانچہ انہوں نے حضرت علی کے قول کو اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے:

كَمَا رُوِيَ، عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّهُ لَمَّا أُتِيَ بشُرَاحة(٣٠) وَكَانَتْ قَدْ زَنَتْ وَهِيَ مُحْصَنَةٌ، فَجَلَدَهَا يَوْمَ الْخَمِيسِ، وَرَجَمَهَا يَوْمَ الْجُمْعَةِ، ثُمَّ قَالَ: جلدتها بِكِتَابِ اللَّهِ، وَرَجَمْتُهَا بِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.[تفسير ابن كثير ،سورة النور ، الآية ٢]

جیسا کہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک عورت لائی گئی جو شادی شدہ تھی، اور اس سے زنا سرزد ہوا تھا تو اس پر جمعرات کے دن کوڑا لگایا اور جمعہ کے دن رجم کیا، پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ میں نے قرآن مجید کی روشنی میں اس پر کوڑے لگایا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق رجم کیا۔

دوسری حدیث حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

حدثنا سلمة بن شبيب، وإسحاق بن منصور، والحسن بن علي الخلال، وغير واحد، قالوا: حدثنا عبد الرزاق، عن معمر، عن الزهري، عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة، عن ابن عباس، عن عمر بن الخطاب قال: «إن الله بعث محمدا ﷺ بالحق، وأنزل عليه الكتاب، فكان فيما أنزل عليه آية الرجم، فرجم رسول الله ﷺ ورجمنا بعده، وإني خائف أن يطول بالناس زمان، فيقول قائل: لا نجد الرجم في كتاب الله، فيضلوا بترك فريضة أنزلها الله، ألا وإن الرجم حق على من زنى إذا أحصن، وقامت البينة، أو كان حمل أو اعتراف» هذا حديث صحيح، وروي من غير وجه، عن عمر (ترمذی شریف:حدیث نمبر/ 1431)

حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ کو حق کیساتھ بھیجا اور آپ پر کتاب نازل فرمائی تو جو کچھ کتاب اللہ میں آپ پر نازل ہوا اسمیں آیت رجم بھی ہے، جس کو ہم نے پڑھا، یاد کیا اور سمجھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیکم نے بھی رجم کیا اور ہم نے آپکے بعد رجم کیا، اب مجھے یہ خطرہ ہے کہ زمانہ گزرنے پر کوئی کہیں لوگ یہ نہ کہنے لگے کہ ہم رجم کا حکم کتاب اللہ میں نہیں پاتے تو وہ اپنے ایک فریضہ کو چھوڑ دینے سے گمراہ ہو جاویں، جو اللہ نے نازل کیا ہے اور ہم یہ سمجھ لیں کہ رجم کا حکم کتاب اللہ میں حق ہے، اُس شخص پر جو مردوں اور عورتوں میں سے محصن ہو یعنی شادی شدہ جبکہ اسے زنا پر شرعی شہادت قائم ہو جائے یا حمل اور اعتراف پایا جائے۔

علامہ ابن ہمام نے بھی بڑی اچھی توجیہ کی ہے، چنانچہ وہ قلم بند کرتے ہیں:

قَالَ عَلِيٌّ فِيمَا ذَكَرْنَاهُ عَنْهُ: إنَّ الرَّجْمَ سُنَّةٌ سَنَّهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، وَقَالَ: جَلَدْتهَا بِكِتَابِ اللَّهِ، وَرَجَمْتهَا بِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَلَمْ يَنْسُبْهُ إلَى الْقُرْآنِ الْمَنْسُوخِ التِّلَاوَةِ، وَعُرِفَ مِنْ قَوْلِهِ ذَلِكَ أَنَّهُ قَائِلٌ بِعَدَمِ نَسْخِ عُمُومِ الْآيَةِ فَيَكُونُ رَأْيُهُ أَنَّ الرَّجْمَ حُكْمٌ زَائِدٌ فِي حَقِّ الْمُحْصَنِ ثَبَتَ بِالسُّنَّةِ وَهُوَ قَوْلٌ قِيلَ بِهِ، وَيُسْتَدَلُّ لَهُ بِقَوْلِهِ ﷺ «الثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَرَجْمٌ بِالْحِجَارَةِ» [فتح القدير ج 5 ص ۲۱۷ات ۱۴۳۲ -]

ڈاکٹر وھبہ زحیلی کا نظریہ یہ ہے کہ خوارج کے علاوہ تمام علماء کا اتفاق ہے کہ محصن زانی اور مزنیہ کی سزا رجم ہے، اور یہ سنت متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے، جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے:::"اتفق العلماء ما عدا

الخوارج على أن حد الزاني المحصن هو الرجم، بدليل ما ثبت في السنة المتواترة وإجماع الأمة، والمعقول.[الفقه الاسلامي وأدلته ج ٥ ص ٤٨٩)

فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہ العالی کی رائے یہی ہے کہ اس کا حکم قرآن سے نہیں بلکہ اس کا ثبوت احادیث متواترہ اور اجماع صحابہ سے ہے، جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب قاموس الفقہ قلم بند کیا ہے: "شادی شدہ زاني کے لئے رجم کي سزا ایک اجماعی مسئلہ ہے جس کی بابت کثرت سے پیغمبر علیہ السلام کی قولی اور فعلی احادیث ہیں جو تواتر کے درجہ کو پہنچی ہیں اسی لئے سوائے خوارج کے اس مسئلہ میں کہیں اور اختلاف نظر نہیں آتا" (قاموس الفقہ ج 3 ص475)

ترجیح اور وجہ ترجیح:

مذکورہ بالا بحث وتحقیق سے یہ بات واشگاف ہوگئی کہ رجم کی سزا کے سلسلہ میں علماء کے تین اقوال ہیں، لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ ان میں سے کون سا قول زیادہ راجح ہے؟ تو اس سلسلہ میں راقم الحروف کے نزدیک تیسرا قول زیادہ راجح ہے ،وہ یہ ہے کہ رجم کی سزا احادیث متواترہ اور اجماع سے ثابت ہے، وجہ ترجیح کی دلیل درج ذیل ہیں، چنانچہ علامہ کاسانی نے لکھاہے کہ جب زانی اور مزنیہ کا جرم بینہ یا اقرار سے ثابت ہو جائے تو اس کو رجم کیا جائے گا اور یہ سزا حدیث مشہورہ سے ثابت ہے: ثم اذا ظهر احصان الزاني بالبنية أو الإقرار يرجم بالنص والمعقول أما النص فالحديث المشهور وهو قوله عليه الصلاة والسلام: لا يحل دم امرإ مسلم الا باحدي معان ثلاث : كفر بعد إيمان و زنا بعد احصان و قتل نفس بغير حق ، و روي أنه عليه الصلاة والسلام رجم ماعزا و كان محصنا ..(البدائع الصنائع كتاب الحدود ج:٥ ، ص: ٤٩٥) ڈاکٹر وھبہ زحیلی نے بھی تحریر کیاہے یہ مسئلہ خوارج کے علاوہ سبھوں کے یہاں حدیث متواتر اور اجماع امت سے ثابت ہے: (اتفق العلماء ما عدا الخوارج على أن حد الزاني المحصن هو الرجم، بدليل ما ثبت في السنة المتواترة وإجماع الأمة والمعقول.[الفقه الاسلامي وأدلته ج ٥ ص ٧٨٩)

اسی طرح شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی کی توجیہات سے اس کی تائید وتوثیق ہوتی ہے چنانچہ آپ تکملہ فتح الملہم بشرح صحیح مسلم میں رقم طراز ہیں: قوله (مانجد الرجم فى كتاب الله) يعنى صريحاً ،والا فقد ثبت بالاحاديث الصحيحة (2/360)

دوسری جگہ پر مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ محصن کی سزا رجم ہے، اس پر امت کا اجماع ہے، (ثم ان وجوب الرجم على المحصن كلمة اجماع فيما بين المسلمين ،ولم يخالف فيه احد من العلماء الذين يعتد بخلافهم الا ما

حکی عن بعض الازارقه من الخوارج (تکمله فتح الملہم بشرح صحیح مسلم, ج2/361،مکتبه الاشرفیه دیوبند)

واللہ اعلم باالصواب